ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.3 (2025)
(July to September)

معاصر شعرا پر اقبال کے اثرات: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

The Influence of Allama Iqbal on Contemporary Urdu Poets: A Critical and Analytical Study

ڈاکٹر طارق جاوید

معلم، شعبۂ اقبالیات علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Dr. Tariq Javed

Department of Iqbal Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad

tariq.benai@aiou.edu.pk

Abstract:

This research article examines the profound and multifaceted influence of Allama Muhammad Iqbal on the poets of his own era. Although Iqbal's literary eminence reached its zenith after his lifetime, the foundation of his popularity was firmly established during his own age. A closed study of contemporary poetic works reveals that many poets consciously or unconsciously adopted Iqbal's stylistic and thematic tendencies. Some writers exhibit a clear inclination towards replicating Iqbal's diction, imagery, similes and metaphors, while others follow his philosophical insights and ideological concerns. Similarly, certain poets emulate Iqbal's artistic craftsmanship, whereas others draw inspiration from the intellectual depth embedded in his poetry. By analyzing these diverse patterns of influence, this study aims to highlight pervasive presence of Iqbal's poetic spirit in the works of his contemporaries and to demonstrate how Iqbal's thought and style shaped the broader literary landscape of his time. Mix methodology has been used in this study. This research has concluded that most of Iqbal's contemporaries were influenced by Iqbal.

Keywords: Allama Muhammad Iqbal, contemporary poetic, Style, Influence, philosophical insights, ideological concerns, Iqbal's thought, Iqbal's contemporaries

دور حاضر میں تحقیق کے جدید رجحان کی بدولت نظریاتی اور جذباتی عقیدت کی دھند اب چھٹتی جا رہی ہے۔ ماضی قریب اور بعید کے ادبی چہرے مزید روشن اور صاف نظر آنے لگے ہیں۔ ان کی شہرت و مقبولیت کے ادبی اور غیر ادبی اسباب کے کھل جانے سے ان کی صحیح قد و قامت نظر آنے لگی ہے۔ اسی صحت مند تحقیقی رجحان کی بدولت جہاں بہت سے ادیب ایسے ہیں جن کے غبارے سے نام نہاد شہرت کی ہوا نکل چکی ہے لیکن چند ایسے تخلیق کار بھی ہیں کہ جن کی شانِ دلبری اور شہرت میں وہی استقلال پیدا ہوا ہے جو ادب عالیہ کا بنیادی وصف ہوتا ہے۔ انھی نابغۂ روزگار ہستیوں میں ایک اہم نام علامہ محمد اقبال کا ہے جن کے تخلیقی کارنامے سب سے نمایاں اور تابناک ہیں۔ ان کا نام نمایاں کرنے کا مطلب باقی شعراء و ادباء کی منفرد تخلیقی و ادبی خدمات سے انکار نہیں۔ ان کی اپنی ایک حیثیت ہے لیکن اپنی بو قلمونی، کثیر جہتی اور سحر انگیزی کے تسلسل اور معاصرین اور مابعد شعراء پر اثرات کے حوالے سے دیکھیں تو اقبال کی معنویت دوسروں سے مرجح دکھائی دیتی ہے۔ اقبال بیسویں صدی کی شاعری کے اُفق پر چمکنے والے ستاروں میں سب سے زیادہ

روشن ہیں۔ اقبال نے شاعری کی دیوی کا پجاری بننے کی بجائے اسے اپنے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ انھوں نے مشرق کے روایتی رنگ کے ساتھ مغربی روایت کے حسیاتی اور تجرباتی رنگ کی کچھ اس طرح آمیزش کی کہ وہ مشرقی اور مغربی روایت کے لیے بیک وقت قابلِ قبول ٹھہرے۔ ان کی گونا گوئی اور بو قلمونی کی کوئی حد نہیں۔ اقبال نے جس موضوع پر قلم اُٹھایا اس میں نئی روح پھونک کے اسے امر کر دیا مثلاً "عشق کا موضوع اگرچہ نہایت قدیم ہے اور صوفیا کے ہاں بہت برتا گیا ہے لیکن اقبال نے اس میں جو نکات پیدا کیے ہیں وہ کسی اور کے کلام میں نہیں ملتے۔ اسی طرح توقیرِ ذات اور عرفانِ نفس کا مضمون بہت قدیم ہے لیکن اقبال نے ان پر جو لکھا ہے وہ ملا، صوفی، حکیم اور عام شاعر سے بہت مختلف ہے۔ اقبال نے شعر کو مقاصد کے تابع کرنے کے باوجود شعر کو محض نعرہ نہیں بننے دیا بلکہ تخلیقی نزاکتوں، فنی صداقتوں اور شعری لطافتوں سے اسے ہمیشہ وقار بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے اپنے عہد ہی میں اقبال کے چاہنے والوں اور متاثر ہونے والوں کا ایک وسیع طبقہ منظرِ عام پر آ گیا۔ اقبال سے متاثر ہونے والے ہم عصر شعراء کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔

علی حیدر نظم طباطبائی (۱۸۵۳ء۔۱۹۳۳ء)

علی حیدر نظم طباطبائی کی پیدائش لکھنؤ میں ہوئی۔ نعتیہ شاعری کے حوالے سے زیادہ جانے پہچانے جاتے ہیں۔ قصیدے میں نئے افکار اور جدتیں پیدا کرنے کے بھی ماہر ہیں۔ ان کی مثنوی "شقشقیہ" اور ان کی نظم "ساقی نامہ" عوام و خواص میں کافی مقبول ہے۔ یہ نظم شراب نوشی کے نقصانات سے آگاہ کرتی ہے اور اقبال کی مانند نوجوانانِ ہندوستان کو اخلاقی درس دیتی ہے۔ نظم "گور گریباں" میں انھوں نے اقبال کے اُسلوب سے استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے "گور گریباں" ایک مثالی نظم ہے جس میں اقبال کی نظم "گورستان شاہی" کے اثرات دیکھے جا سکتی ہیں: "گور گریباں" میں مسلمانوں کے طرزِ حکومت اور اسلاف کے کارنامے بیان کیے گئے ہیں۔

وہ فردوسی ہیں یہ جن کی زباں کھلنے نہیں پائی
وہ رستم ہیں، نہیں سہراب کا خوں جن کی گردن پر(۱)

علاقہ ازیں طباطبائی کی بہت سی نظمیں ایسی ہیں جن میں اقبال کا اُسلوب دکھائی دیتا ہے جیسے "برسات کی فصل" "بے ثباتی دنیا" اور "پھول" وغیرہ۔

احمد علی شوق قدوائی (۱۸۵۳ء۔۱۹۲۸ء)

احمد علی شوق قدوائی ۱۸۵۳ء میں قصبہ جگور ضلع بارہ بنکوی میں پیدا ہوئے۔ ان کی نظموں کے موضوعات فطرت نگاری، حب الوطنی اور رزقِ حلال وغیرہ پر مبنی ہیں۔ شوق کی شاعری میں تنوع پایا جاتا ہے تاہم انھوں نے زیادہ تر جمالیاتی حسن کو اپنی تخلیقات کا حصہ بنایا ہے۔ ان کی تراکیب، تشبیہات و استعارات دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اقبال سے بہت متاثر ہیں۔ ڈاکٹر مظہر حامد اپنی کتاب "اُردو نظم پر اقبال کے اثرات" میں لکھتے ہیں کہ احمد علی شوق قدوائی پر اقبال کا گہرا اثر ہے۔(۲) قدوائی کی نظم "لیل و نہار" جو مسدس ہے "شکوہ" اور "جواب شکوہ" کے اثرات لیے ہوئے ہے۔ نظم "لیل و نہار" کے علاوہ شوق قدوائی کے کلام سے متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ شوق کی نظم "اکلِ حلال" جس میں مذہبی خیالات کو انتہائی پاکیزگی اور خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ نظم "ضربِ کلیم" میں شامل اقبال کی نظم "سرودِ حلال" کا حصہ دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح شوق کی نظم "حسن" اور اقبال کی نظم "جلوۂ حسن" میں

بہت مماثلت ہے۔ ان کی ہئیت ایک ہے۔ دونوں ترکیب بند میں لکھی گئی ہیں۔ اگر ان دونوں نظموں کو پڑھا جائے تو یہ پہچان کرنی خاصی مشکل ہو جائے گی کہ اقبال کو پڑھ رہے ہیں یا شوق کو۔

پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی (۱۸۶۸ء۔۱۹۵۵ء)

پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی دلی میں پیدا ہوئے۔ شعر و شاعری کے شوقین تھے۔ انھیں اُردو کے علاوہ ہندی، انگریزی اور عربی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔ ان دنوں اقبال کی شاعری اپنے موضوعات، آہنگ اور بلند خیالی کی وجہ سے آفاقیت کا درجہ حاصل کر رہی تھی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اقبال کی شاعری کے اثرات مسلم شعراء کے علاوہ ہندو شعراء پر بھی نظر آتے ہیں۔ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ معاصرین اقبال ہی کے موضوعات، استعارات، تشبیہات اور ان کی فکر کے مطابق لکھنا شروع ہو گئے تھے۔ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی کی نظم "باغِ دل" پر اقبال کی نظم "تخلیق" کے اثرات دکھائی دتے ہیں:

طلب سچی خوشی کی ہے تو اس گلزار میں آکر
رگِ گل میں تو موج بحر عرفاں کا تماشا کر
یہ باغِ دل ہے اس میں ہے عمل عشقِ حقیقی کا
نظارہ اس کا جب ہو پہلے حاصل چشمِ بینا کر(۳)

مولوی وحید الدین سلیم پانی پتی (۱۸۶۹ء۔۱۹۲۷ء)

مولوی وحید الدین سلیم پانی پتی **۱۸۶۹ء میں** پانی پت میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے ان کو پانی پتی کہا جاتا ہے۔ ان کی نظموں میں شگفتگی اور رنگینی پائی جاتی ہے۔ ان کے افکار اور جذبات اعلیٰ درجے کے ہیں۔ منظر نگاری اور فطرت نگاری میں انھیں کمال حاصل ہے۔ وحید الدین سلیم پانی پتی کی شاعری اور فلسفہ میں جو امتزاج نظر آتا ہے۔ اس میں اقبال کی فکر اور خیالات کو بہت بڑا دخل ہے ۔انھوں نے اپنا فلسفہ نظموں کی صورت میں جو بیان کیا ہے، وہ اقبال کی ہی فکر کا ثمر ہے۔ ان کی ایک نظم "آریوں کی پہلی آمد ہندوستان میں" علامہ اقبال کی لکھی گئی نظم "موجِ دریا" کے نفسِ مضمون اور اُسلوب سے مماثل ہے۔(۴)

مولانا ظفر علی خان

ظفر علی خان ضلع گجرانوالہ میں ۱۹۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی وجہ شہرت صحافت اور نظم نگاری ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے اقبال کی تقلید کرتے ہوئے ان کی جیسی نظمیں لکھنے کی کوشش بھی کی لیکن چوں کہ بنیادی طور پر وہ ایک صحافی تھے اس لیے شاعری میں وہ تاثیر پیدا نہ کر سکے جو صرف اقبال ہی کا خاصہ تھی، تاہم ان کی نظموں کو اُس دور کے حالات و واقعات اور رجحان کے مطابق بہترین نظمیں کہا جا سکتا ہے۔ مولانا ظفر علی خان اقبال سے ذہنی اور نظریاتی مطابقت رکھتے ہیں۔ اقبال اور ظفر علی خان کے یہاں شاعری کو مقصد کے طور پہ استعمال کیا گیا ہے۔ ظفر علی خان کی شاعری میں طنز و مزاح کے تیر بھی چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کے پسندیدہ موضوعات سیاسیات، اخلاقیات، تاریخ، وطن پرستی، انسان دوستی، خوش حال معاشرہ، آزادی کی خواہش اور دینِ اسلام کی سربلندی وغیرہ ہیں۔ شاعر ہونے کی حیثیت سے انھوں نے عصری تقاضوں کو خوب نبھانے کی کوشش کی۔ ان کی نظم "ہندوستان کے اسلامی جذبات ۱۹۱۲ء میں" پر اقبال کی نظم "طلوعِ اسلام" کے اثرات واضح طور پر دکھائی دے رہے ہیں: نمونے کے طور پر ظفر علی خان کی نظم "ہندوستان کے اسلامی جذبات ۱۹۱۲ء میں" کے چند اشعار دیکھیے:

جوش میں پھر رحمتِ پروردگار آنے کو ہے
لمس کے صدقہ میں نویدِ وصلِ یار آنے کو ہے
قدسیوں میں ہو رہی تھیں آج یہ سرگوشیاں
عنقریب اسلام کی فصلِ بہار آنے کو ہے(۵)

ترکیب بند ہئیت میں لکھی اقبال کی نظم "بلال" میں جو تاریخی تلمیحات مثلاً پورس، رومی، داراو غیرہ استعمال کی گئی ہیں اُن کی طرز پر مولانا ظفر علی خان نے بھی اپنی نظم "آزادی" میں تاریخی تلمیحات مثلاً قیصر و روما، فاروقِ اعظم، عمرو العاص وغیرہ استعمال کی ہیں۔ مولانا ظفر علی کی شاعری پر اقبال کے اثرات بہت گہرے ہیں۔

منشی درگا سہائے سرور جہاں آبادی (۱۸۷۲ء۔۱۹۱۰ء)

منشی درگا سہائے سرور جہاں آبادی کا تعلق بھی اقبال کے ہم عصر شعراء سے ہے۔ ان کی نظموں میں قومی و سماجی مسائل نظر آتے ہیں لیکن حب الوطنی کا جذبہ سب سے نمایاں ہے اور یہی وہ جذبہ ہے جو ان کو اقبال سے قریب تر لے جاتا ہے۔ "خاکِ وطن" "عروس حب وطن" "حضرت وطن" "یادِ وطن" "بچہ اور ہلال" میں جو مکالماتی انداز اپنایا گیا ہے وہ اقبال کے اُسلوب کے بہت قریب ہے۔ ان کی لکھی ہوئی نظم "دعائے سرور" پر اقبال کی نظم "التجائے مسافر" کے اثرات نمایاں ہیں۔ اسی طرح ان کی نظم "گلِ خزاں دیدہ" میں اقبال کی نظم "گلِ پژمردہ" کا نمایاں اثر دکھائی دیتا ہے۔ منشی درگا سہائے سرور جہاں آبادی کی نظم "بچہ اور ہلال" میں جو تراکیب استعمال کی گئی ہیں وہ زیادہ تر اقبال ہی سے مستعار ہیں۔

میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔۱۹۵۲ء)

میر غلام بھیک نیرنگ کا اصل نام غلام محی الدین اور نیرنگ تخلص تھا۔ یہ امبالہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی شاعری ایک انقلاب بن کر ابھری۔ یہ وہ وقت تھا جب برصغیر پاک و ہند میں انگریز حکومت کا راج تھا۔ اس دور میں زیادہ تر آوازیں انقلابی آوازیں ہی تھیں ۔علامہ اقبال کے ہم جماعت اور دوست ہونے کے ناطے ان کے خیالات اقبال کے موضوعات اور خیالات سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں ۔ان کی نظموں میں بھی وہی بازگشت سنائی دیتی ہے جو اس وقت کے حالات کے مطابق دیگر شعراء کے ہاں ملتی تھی۔ ان کی نظمیں جیسا کہ "شرطِ زندگی"، "دردِ پنہاں" "آہنگ عمل"، "پیغامِ عمل" اور "صدائے اسلام" وغیرہ کے مطالعے سے معلوم پڑتا ہے کہ ان کو مسلمانوں سے اور اسلامی تہذیب سے کس قدر لگاؤ تھا۔ اقبال کی نظم "تصویرِ درد" اور غلام بھیک نیرنگ کی نظم "دردِ پنہاں" کے نقوش آپس میں بہت حد تک ملتے جلتے ہیں۔ دونوں نظموں میں قومی اتحاد و یگانگت اور قومی تشخص کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اقبال کی نظم "تصویرِ درد" کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

نہیں منت کش تاب شنیدن داستاں میری
خاموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری (۶)

غلام بھیک نیرنگ کی نظم "دردِ پنہاں" میں بھی "تصویرِ درد" جیسا ہی خیال ہے اور اُسلوب بھی اقبال کے بہت قریب ہے۔ "دردِ پنہاں" کے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:

ہم نشیں مجھ سے نہ سن درد دروں کا ماجرہ
پھر نہ کہنا تو نے محفل کو مکدر کر دیا
تجھ کو یارائے شنیدن مجھ کو تاب گفتگو
جب تلک دونوں نہ ہوں بے سود عرض مدعا(۷)

ہئیت اور اُسلوب کے ساتھ ساتھ موضوعات کے حوالے سے بھی اقبال اور غلام بھیک نیرنگ کی بہت ساری نظمیں ایک جیسی ہیں۔ اقبال نے مسلمانوں کی ذبوں حالی کے جو نقشے کھینچے ہیں کچھ ایسے ہی مرقعے غلام بھیک نیرنگ کی شاعری میں ملتے ہیں۔ دونوں کی نظموں کے مطالعے کے بعد یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ نیرنگ کی نظموں پر اقبال کی فکر، اُسلوب اور ڈکشن کے اثرات گہرے ہیں۔

سیماب اکبر آبادی۔(1882-1951)

سیماب اکبر آبادی ۱۸۸۲ میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔(۸) سیماب نے اپنی شاعری میں اقبال کی طرح فطرت کے مناظر کو اپنے تخیل کی قوت سے حسن عطا کیا۔ ان کے تراشے ہوئے مناظر نہایت عمدہ اور فطرت کے قریب تر ہیں۔ کوہسار، پہاڑ، ندی، نالے، جھرنے اور آبشاروں کی ایسی تصویر کشی کی ہے کہ حقیقت کا گماں گزرتا ہے۔ سیماب اکبر آبادی کی مشہور نظمیں "ہندوستان"" صبح صادق"" ہلالِ رمضان" "تاروں کا گیت" اور "بسنت" وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی سیماب کی فطرت نگاری کے متعلق لکھتے ہیں:

> "سیماب کی اس ضمرے کی فطری نظمیں بہت اہم ہیں مگر اس وادی میں سیماب اقبال سے آگے نہ بڑھ سکے بلکہ اس کا بھی امکان ہے کہ سیماب اقبال سے اثر پذیر ہوئے ہوں اور ان کی تقلید میں اس قسم کی نظمیں کہی ہوں۔ یہ تو تسلیم کرنا ہی ہو گا کہ اقبال کا گہرا اثر ان کے معاصرین پر پڑا ہے۔ اس دور کے شعرا نے کچھ نہ کچھ تاثر کسی نہ کسی صورت میں اقبال سے حاصل کیا ہے۔ سیماب بھی اس اثر سے نہ بچ سکے۔"(۹)

علامہ اقبال کی سب سے پہلی نظم "ہمالہ" میں پہاڑوں کے مسحور کُن حُسن کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ انسان اس کے سحر میں گم ہو جاتا ہے۔ مثال دیکھیے:

تیری عمرِ رفتہ کی اک آن ہے عہدِ کہن
وادیوں میں ہیں تری کالی گھٹائیں خیمہ زن
چوٹیاں تیری ثریا سے ہیں سرگرمِ سخن
تو زمیں پر اور پہنائے فلک تیرا وطن
چشمۂ دامن ترا آئینۂ سیّال ہے
دامنِ موجِ ہوا جس کے لیے رُومال ہے(۱۰)

نظم "ہندوستان" میں سیماب اکبر آبادی نے پہاڑوں کے حسن کو اقبال ہی کی مانند بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ اشعار دیکھیے:

جس کی ندیاں موجِ مے کی طرح لہراتی ہوئی
گھومتی، گرتی، گزرتی، گونجتی، گاتی ہوئی

لہلہاتے سبزہ زاروں میں بہار آئی ہوئی
اک گھٹا برسی ہوئی ،اک گھٹا چھائی ہوئی(۱۱)

برج نارائن چکبست (۱۸۸۲ء۔۱۹۲۶ء)

برج نارائن چکبست فیض آباد میں ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ اقبال کی طرح ان کی شاعری میں بھی تاریخ اور جذبۂ حب الوطنی نمایاں ہے۔ حب الوطنی پر مبنی چک بست کی نظم "وطن کا راگ" اور اقبال کی نظم "وطنیت" ایک جیسی دکھائی دیتی ہیں۔ اقبال کی نظم "ترانہ ہندی" اور چکبست کی نظم "حب قومی" دونوں ہی حب الوطنی کے جذبے سے مالا مال ہیں۔ دونوں نظموں میں استعمال کی جانے والی تراکیب ایک جیسی ہیں اور رنگ و آہنگ بھی ایک جیسا ہے۔ "حبِ قومی کا زبان پر ان دنوں افسانہ ہے"(۱۲)

مولانا ابو الحسن ناطق (۱۸۸۶ء۔۱۹۶۹ء)

مولانا ابو الحسن ناطق نے داغ دہلوی حضرت بیان یزدانی میر ٹھی کو اپنا استاد مانا۔ شاعری کی ابتدا انھوں نے فطرت کے اظہارات سے نظم کی صورت میں کی لیکن بعد میں ان کا رجحان غزل کی طرف بڑھ گیا۔ غزل میں ان کے تمام جوہر کھل کر سامنے آئے۔ ان کی شاعری میں نشاطیہ اور طنزیہ رجحان غالب ہے۔ سیاست اور وطن پرستی ان کے محبوب موضوع ہیں۔ مولانا ابو الحسن ناطق پر داغ دہلوی اور اقبال کا رنگ نمایاں ہے۔ ان کی ایک نظم "پروانہ و شمع" میں اقبال کے خیالات ہی کی ترسیل دکھائی دیتی ہے۔ ناطق نے "ترانۂ وطن" کے نام سے جو نظم کہی ہے وہ اقبال کی نظم ترانۂ ہندی سے ماخوذ لگتی ہے۔ دونوں ایک ہی بحر میں لکھی گئی ہیں اور قوافی و ردیف بھی یکساں ہیں۔ دونوں ہی نظمیں جذبۂ حب الوطنی سے مالا مال ہیں۔ اقبال کی نظم ترانۂ ہندی سے دو شعر:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلے ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا(۱۳)

مولانا ابو الحسن ناطق کی نظم "ترانۂ وطن" کو دیکھیے:

ہم جاں نثار اس کے یہ مہرباں ہمارا
ہندوستاں کے ہم ہیں، ہندوستاں ہمارا
دنیا کی نعمتیں سب ہندوستان میں ہیں
سارا جہاں ہے گویا، ہندوستاں ہمارا(۱۴)

تلوک چند محروم (۱۸۸۷ء۔۱۹۶۵ء)

تلوک چند محروم عیسی خیل میں پیدا ہوئے۔ ان کے موضوعات زیادہ تر اصلاحی نوعیت کے ہیں اور ان کی اکثر نظمیں اقبال کی نظموں کے عنوانات پر ہیں جیسا کہ "کنارِ راوی"، "مرزا غالب"، "ہلالِ عید"، "نوید صبح"، "صبح کا ستارہ"، "طفلِ شیر خوار" اور "نالۂ یتیم" وغیرہ۔ یہ نظمیں ایک طرف تو ہُو بہ ہُو اقبال کی نظموں کے عنوانات پر ہیں اور دوسرے ان میں اقبال ہی کی فکر پائی جاتی ہے بلکہ اقبال کے یہاں استعمال ہونے والے استعارات و تشبیہات، اُسلوب، ہئیت، تلمیحات اور لفظی تراکیب بھی برتی گئی ہیں۔

عظمت اللہ خان، ۱۸۸۷ء سے ۱۹۲۷

عظمت اللہ خان فکری لحاظ سے ایک انقلابی سوچ رکھنے والے انسان تھے۔ ان کی شاعری شعلہ بیاں شاعری ہے۔ انھوں نے بھی اقبال کی طرح محبوب کے رخ و رخسار اور زلفوں کے بیان پر مبنی روایتی شاعری ترک کر کے ایک نئی شاعری کی بنیاد رکھی۔ وہ شاعری جو مقصدی شاعری تھی مگر اس میں رومانویت کی مسحور کُن لو صاف دکھائی دیتی ہے۔ ان کے گیت موسیقیت اور غنایت سے بھرپور ہیں۔ ان کی بعض نظموں کی فضا ایسی ہے کہ اقبال کی نظم کا گمان گزرتا ہے۔ نظم "برسات کی رات دکن میں" دیکھیں تو اس میں وہی تشبیہات و استعارات اور وہی مناظر ہیں جو اقبال کی نظم "ابر کہسار" میں دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح حب الوطنی کے جذبوں سے سرشار ہو کر لکھی گئی عظمت اللہ خان کی نظم "وطن" بھی اقبال کی نظموں "ترانۂ ہندی"، "صدائے درد" اور "نیا شوالہ" کی یاد دلاتی ہے۔ عظمت اللہ کی نظم کے یہ مصرعے دیکھیے:

مری　جان　ہو　کہ　مرا　بدن
ترا　جلوہ　گاہ　ہے　او　وطن(۱۵)

جگت موہن لال رواں (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۳۴ء)

جگت موہن لال رواں خوش طبع شاعر تھے۔ غزل، رباعی اور نظم میں طبع آزمائی کی۔ رواں کے کلام میں فلسفہ، تازگیٔ فکر، رعنائی، نشاط و غم کے ملے جلے تاثرات دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے اُسلوب پر بھی اقبال کی چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ ان کی ایک نظم "لاوارث بچہ" اقبال کی نظم "عہدِ طفلی" کا ہی پرتو دکھائی دیتی ہے۔ اقبال کی نظم "عہدِ طفلی" کا ایک نمونہ دیکھیے:

تھے　دیارِ　نو　زمین　و　آسماں　میرے　لیے
وسعتِ　آغوشِ　مادر　اک　جہاں　میرے　لیے(۱۶)

جگن موہن لال رواں کی نظم "لاوارث بچہ" ملاحظہ کیجیے:

زینتِ　آغوش　ہے　تو　جس　کا　وہ　مادر　ہے　کون
نور　ہے　جس　گھر　کا　تو　بچے　بتا　وہ　گھر　ہے　کون(۱۷)

جگر مراد آبادی

جگر مراد آبادی بنیادی طور پر رومانی و عشقیہ شاعر مانے جاتے ہیں، لیکن ان کی شاعری محض حسن و عشق کی لذتوں تک محدود نہیں۔ اقبال نے اُردو شاعری میں خودی، عمل، بیداری اور اسلامی شعور کی جو تحریک پیدا کی، اس کا اثر جگر کے کلام میں بھی جھلکتا ہے۔ جگر کے یہاں بھی ایک پہلو ایسا ہے جو محض جذباتی نہیں بلکہ عملی زندگی، اخلاقی اقدار اور انسان دوستی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اقبال کے پیغامِ حیات نے جگر کو غمِ عشق کے اظہار سے آگے بڑھنے اور زندگی کو ایک جذبۂ حرارت دینے پر مائل کیا۔ اقبال کی شاعری میں جہاں ایک طرف تصوف، فلسفہ اور اسلامی فکر ہے، وہاں دوسری طرف عشق کو محض جذباتی نہیں بلکہ تخلیقی اور تعمیری قوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جگر کی شاعری میں عشق، شروع میں محض حسن و جمال کا استعارہ تھا، لیکن بعد میں وہ بھی عشق کو ایک توانائی اور روحانی سرمائے کی حیثیت سے پیش کرنے لگے۔ یہ تبدیلی اقبال کے اس تصورِ عشق کی دین ہے جس میں عشق ایک تعمیری، انقلابی اور زندگی آفرین قوت ہے۔ اقبال نے اُردو شاعری کو محض انفرادی جذبات سے نکال کر اجتماعی شعور دیا۔ جگر کی شاعری میں بھی

و قتاً فو قتاً قوم، ملت اور اصلاحی رجحانات کے اشارات ملتے ہیں۔ اگرچہ جگر کا اصل میدان غزل ہے، لیکن وہ غزل میں بھی قومی درد اور انسانیت دوستی کا تاثر پیدا کرتے ہیں۔ اس کا ماخذ اقبال کا وہ پیغام ہے جس نے اُردو شعراء کو صرف انفرادی غم و خوشی سے بلند ہو کر اجتماعی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا۔ اقبال نے حسن و عشق کے مضامین کو محض جمالیاتی کیفیت سے بلند کر کے حرکت و ارتقاء کا فلسفہ بنایا۔ جگر کے ہاں بھی عشق ایک ایسا جذبہ بنتا ہے جو زندگی کو جلا بخشتا ہے، انسان کو بلند کرتا ہے، اور اسے غمِ دنیا اور کلفتِ ایام سے بلند ہونے کی قوت دیتا ہے۔ اس پہلو سے جگر کی شاعری میں ایک اقبالی رنگ جھلکتا ہے۔ اقبال نے تصوف کو محض ترکِ دنیا یا خانقاہی زندگی کی بجائے حرکت و عمل کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی۔ جگر کے ہاں بھی، بالخصوص آخری دور کی شاعری میں، تصوف ایک زندگی بخش اور عمل پر ابھارنے والا عنصر بن کر سامنے آتا ہے۔ جگر مراد آبادی کی شاعری میں اگرچہ بنیادی رنگ رومان اور عشقیہ ہے، لیکن اس کے پس منظر میں علامہ اقبال کا فکری و روحانی اثر نمایاں نظر آتا ہے، جس نے ان کے رومان کو عملیت، حرارت اور انسان دوستی کا نیا رنگ دیا۔

افسر میرٹھی (۱۸۹۵ء۔۱۹۵۸)

افسر میرٹھی کی نظموں کے موضوعات اور ڈکشن اقبال سے کافی مماثل ہے۔ انھوں نے اقبال کے تخیل سے بہت استفادہ کیا۔ اقبال کے ساتھ ان کی فکری ہم آہنگی اور فلسفیانہ بصیرت کسی سے ڈھکی چُھپی نہیں ہے۔ افسر میرٹھی کی جوئے رواں کی پہلی نظم "مقاماتِ نور" جو موسیقیت، غنایت، ترنم اور بلاغت کا ایک شاہکار ہے اقبال کی شہرہ آفاق نظم "مسجد قرطبہ" کی بحر میں لکھی گئی ہے۔

جوش ملیح آبادی (۱۸۹۶ء۔۱۹۷۰ء)

جوش ملیح آبادی کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر ہمارے لیے وہی تاریخ مستند ہے جو انھوں نے اپنی کتاب یادوں کی بارات میں لکھی۔ وہ اس کتاب میں اپنا سالِ پیدائش ۱۸۹۶ء درج کرتے ہیں۔ (۱۸) جوش اقبال کی شاعری کے مذہبی اور مقصدی رجحان کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس سلسلے میں خلیفہ عبدالحکیم اپنی تصنیف "فکرِ اقبال" میں لکھتے ہیں:

> "ایک مرتبہ لاہور کی ایک نمائش میں جوش ملیح آبادی اور ساغر مجھ سے کہنے لگے کہ بھائی اقبال سے تمھارے دیرینہ تعلقات ہیں اور تم خود ذوقِ سخن بھی رکھتے ہو، ذرا یہ بتاؤ اقبال اب جو شاعری کرتا ہے! یہ کوئی شاعری ہے؟ ذرا اس کو کہو کہ وہ اس روش کو چھوڑ دے اور اپنے کمال کو اس بیہودہ کوشش میں ضائع نہ کرے" (۱۹)

اس کے باوجود کہ جوش کا مضمون خمریات اور رندی تھا اور وہ اقبال کی مصلحانہ شاعری کو پسند نہیں کرتے تھے مگر پھر بھی ان کے کلام میں اقبال کا اُسلوب و آہنگ اقبال کی علامات و تشبیہات اور ان کے الفاظ و تراکیب کا استعمال جابجا ملتا ہے۔ الحادی فکر کو خوش گوار بنانے کی جوش کی اس روش کے باوجود اقبال سے جوش کا متاثر ہونا ایک حیرت کا باعث ہے۔ اقبال میں آخر وہ کیا بات تھی کہ جوش اقبال کی مقصدی شاعری کو ناپسند کرتے ہوئے بھی اقبال کی بہت سی چیزوں کو اپنا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں رئیسہ پروین لکھتی ہیں کہ یوں لگتا ہے جیسے جوش اقبال کی وطن پرستی اور فطری شاعری سے زیادہ متاثر تھے"۔ (۲۰) جوش نے مناظرِ فطرت پر جتنی بھی نظمیں لکھی ہیں۔ ان نظموں کی لفظی تراکیب، تشبیہات و استعارات کو دیکھ کے صاف لگتا ہے کہ جوش اقبال سے متاثر ہیں۔ اقبال نے اپنی نظم "ساقی نامہ

"میں ندی کی روانی کو جس موسیقیت اور ترنم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جوش کی نظم "گریۂ مسرت" اسی کا پرتو لگتی ہے۔ اقبال کی نظم "ساقی نامہ" کے اشعار ملاحظہ کیجیے:

وہ جوئے کوہستاں اچکتی ہوئی
اٹکتی، لچکتی، سرکتی ہوئی
اُچھلتی، پھسلتی، سنبھلتی ہوئی
بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہوئی
رُکے جب تو سِل چیر دیتی ہے یہ
پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ(۲۱)

جوش بھی اپنی نظم "گریۂ مسرت" میں ندی کی روانی کو یُوں بیان کرتے ہیں:

جھاگ اُڑاتی ،پھاندتی اُڑتی ہوئی
کپکپاتی، لوٹتی، مڑتی ہوئی
چلبلی اُبھری ہوئی، نکھرتی ہوئی
چیختی سر پھوڑتی، بپھری ہوئی
بجلیاں دامن میں چپکاتی ہوئی
دم بہ دم آتی ہوئی، جاتی ہوئی(۲۲)

اقبال نے اپنی شاعری میں جس طرح شام کے وقت دریا کی نرم روی، شفق کے بدلتے ہوئے رنگ اور سحر انگیز موسم کا ذکر کیا ہے، اسی طرح جوش کی نظمیں "شام کا رومان" اور "کسان" شام کے سحر انگیز ماحول کی تصویر کشی کرتی ہیں۔ خلیل الرحمان اعظمی جوش کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اقبال کی طرح جوش ملیح آبادی کی نظم نگاری بھی اپنے اُسلوب، اپنے طریقہ کار اور مزاج کے اعتبار سے پرانی نظم نگاری سے قریب ترین نظر آتی ہے تاہم اقبال کی نظم کے مقابلے میں جوش کی نظم پسماندہ ہے "(۲۳)جوش کا پسندیدہ موضوع بھی فطرت نگاری ہے لیکن جوش کی منظر نگاری پر عنفوانِ شباب کی رنگینیاں اور جذبات کا غلبہ ہے لیکن اقبال کے یہاں ایک معتدل فضا ہے۔ جوش ملیح آبادی کو اپنی گھن گرج اور بلند آہنگی کی بنا پر نظم میں تو بڑی حد تک کامیابی ملی مگر غزل میں ان کا مزاج بالکل بھی غزل سے مطابق نہیں رکھتا ہے۔ غزل میں بھی انھوں نے وہ گھن گرج استعمال کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے ان کی غزل میں شخصیت کی داخلی کیفیت نہ ہونے کی وجہ سے، ان کی غزل ان کی نظموں کی نسبت کمزور رہ گئی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد اپنی تصنیف "اُردو غزل کا تکنیکی، ہئیتی اور عروضی سفر" میں لکھتے ہیں:

> "جوش نے غزل کی مخالفت کے باوجود کئی مسلسل غزلیں لکھیں۔ ان غزلوں میں وہی گھن گرج اور شکوہ جلال ملتا ہے جو ان کی نظموں کا طرہ امتیاز ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہو گا کہ ان کی غزلیں، غزل کے مخصوص دائرے میں شامل نہیں"(۲۴)

جوش ملیح آبادی کی شاعری پر اقبال کے کچھ فکری اور اُسلوبیاتی اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں، خاص طور پر ان کی ابتدائی شاعری میں۔ اقبال کی شاعری میں جو بنیادی نظریات ملتے ہیں، ان میں خودی، عمل پسندی، حریتِ فکر، اور ملتِ اسلامیہ کی بیداری جیسے

موضوعات نمایاں ہیں۔ جوش ملیح آبادی کی شاعری میں بھی ان موضوعات کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اقبال کی طرح جوش بھی غلامی کے خلاف اور آزادی کے حق میں بے باک انداز اختیار کرتے ہیں۔ ان کی نظمیں برطانوی سامراج کے خلاف شدید ردِ عمل رکھتی ہیں، جو کسی حد تک اقبال کی قومی و ملّی شاعری کی یاد دلاتی ہیں۔ جوش کی شاعری میں جو انقلاب اور تبدیلی کا ایک زوردار عنصر ملتا ہے، وہ بھی اقبال کی انقلابی شاعری سے کسی حد تک متاثر معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ جوش اقبال کی طرح اسلامی قومیت کے سخت حامی نہیں تھے، مگر بعض مقامات پر وہ ملت کے اتحاد اور قومی یکجہتی کی وکالت کرتے نظر آتے ہیں۔

جوش کی شاعری پر اقبال کے اثرات اُسلوبی سطح پر بھی دکھائی دیتے ہیں۔ جوش کی شاعری میں بھی اقبال کی طرح ایک زبردست خطابت، زورِ بیان اور جوش و جذبہ پایا جاتا ہے۔ اقبال کی مانند جوش بھی بلند آہنگ الفاظ اور فارسی آمیز تراکیب استعمال کرتے ہیں۔ اگر حسنِ بیان اور بلند خیالی کی جانب توجہ کی جائے تو یہاں بھی جوش کی شاعری میں الفاظ کی جدت، خیالات کی رفعت اور ایک خاص قسم کا فلسفیانہ رنگ ملتا ہے، جو کسی حد تک اقبال کے اُسلوب سے متاثر معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جوش نے اقبال کی پیروی تو کی مگر اس کے اندر ذات کی توانائی کا فقدان رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا اُسلوب محض تھرکتے اور گونجتے الفاظ کا ایک ڈھیر دکھائی دیتا ہے۔ اقبال نے بھاری بھرکم اور پُر اثر الفاظ یوں استعمال کیے ہیں کہ لفظ ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں مگر کم درجے کے شاعر پر الفاظ حاوی ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر وزیر آغا اپنی تصنیف "اُردو شاعری کا مزاج" میں لکھتے ہیں:

> "ایک عظیم شاعر لفظ کو یوں استعمال کرتا ہے کہ یہ اس کی شخصیت کے مقابلے میں بے دست و پا ہو کر رہ جاتا ہے لیکن کم درجے کے شاعر کو سامنے پا کر لفظ دلیر ہو جاتا ہے اور اس کی شخصیت پر چھا جاتا ہے جوش کے ہاں یہ حادثہ ہوا کہ الفاظ اس کی شخصیت پر ان جنات کی طرح حاوی ہو گئے جو پیر کے قبضہ قدرت سے نکل کر خود پیر پر قابض ہو جاتے ہیں" (۲۵)

جوش کی شاعری میں کلی طور پر اقبال کے اثرات نظر نہیں آتے۔ ان میں فکری طور پر بڑا اختلاف بھی موجود ہے۔ اقبال کی شاعری اسلامی فلسفہ، تصوف، اور ملتِ اسلامیہ کے احیا پر مرکوز ہے جب کہ جوش زیادہ تر مادیت، اشتراکیت اور آزادیِ فکر کے قائل تھے۔ لہٰذا یہ کہنا درست ہو گا کہ جوش ملیح آبادی نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں اقبال سے متاثر ہو کر بعض فکری اور اُسلوبی عناصر اپنائے، مگر وقت کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنا ایک منفرد اور زیادہ آزاد خیالی پر مبنی اُسلوب اور نظریہ اختیار کر لیا۔

حفیظ جالندھری (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۸۲ء)

حفیظ جالندھری بھی اقبال کی طرح فطری مناظر کے دلدادہ تھے۔ ان کی نظموں میں بڑے ہی خوبصورت انداز میں فطرت نگاری کے مناظر نظر آتے ہیں۔ ان کی نظمیں "جلوہ سحر"، "کہسار"، "راوی میں کشتی"، "ہمالہ"، "سچی بسنت"، "تاروں بھری رات"، "تصویر کشمیر" اور "صبح و شام" میں مناظرِ فطرت کی عکاسی بہت عمدگی سے کی گئی ہے۔ حفیظ جالندھری کی نظموں میں اقبال کی شاعری کی طرح ترنم، موسیقیت اور روانی و سلاست پائی جاتی ہے۔ ان کی نظم "تصویر کشمیر" سلاست و نغمگی سے بھرپور ہے۔ وہ ایک ایسا دل فریب نظارہ پیش کرتی ہے جو اقبال کے کلام کا خاصہ رہا ہے۔ اقبال کی نظم "ہمالہ" اپنے حسن، اپنی فطرت نگاری، رواں آہنگ کے باعث شاعری کا ایک عمدہ نمونہ قرار دی گئی ہے۔ اس نظم میں علامہ اقبال نے ہندوستان کی عظمت کو کوہ ہمالہ کے وسیلے سے پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ حفیظ کی نظم "ہمالہ" بھی اسی طرح کی ایک نظم ہے جس میں تخیل کی بلند پروازی ملتی ہے۔ اگرچہ حفیظ جالندھری کا اُسلوب، طرزِ بیان اور شعری اظہار اقبال سے مختلف ہے، لیکن فکری اور موضوعاتی سطح پر وہ اقبال سے گہرا اثر لیتے

ہیں۔ اقبال کی شاعری میں ایک مضبوط قومی و ملی شعور پایا جاتا ہے جو حفیظ جالندھری کی شاعری میں بھی جھلکتا ہے۔ خاص طور پر ان کے لکھے ہوئے "قومی ترانہ" میں ایک ایسا ولولہ انگیز اور پر جوش رنگ ملتا ہے جو اقبال کی قومی شاعری کا تسلسل محسوس ہوتا ہے۔ اقبال کی شاعری میں تاریخِ اسلام کے عظیم ادوار کی یاد دہانی اور مسلم امہ کی عظمتِ رفتہ کی بحالی کی خواہش نمایاں ہے۔ حفیظ جالندھری نے بھی اپنی مشہور "شاہنامہ اسلام" میں اسی روایت کو آگے بڑھایا، جہاں وہ اسلامی تاریخ کے عظیم واقعات کو رزمیہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اقبال کی شاعری میں امتِ مسلمہ کے اتحاد اور احیائے اسلام کا پیغام مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ حفیظ جالندھری بھی اپنی شاعری میں اسلامی وحدت، ملی حمیت، اور خودداری کا درس دیتے نظر آتے ہیں۔ حفیظ جالندھری کی شاعری پر اقبال کے یہ اثرات اُسلوبی سطح پر بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اقبال کی طرح حفیظ جالندھری کے کلام میں بھی ایک خطیبانہ رنگ، شکوہ و جلال، اور زورِ بیان پایا جاتا ہے، خاص طور پر ان کی رزمیہ نظمیں اسی جوش و خروش کی حامل ہیں جو اقبال کے ہاں ملتا ہے۔ اقبال کی طرح حفیظ جالندھری بھی اپنی شاعری میں فارسی اور عربی الفاظ و تراکیب کا خوبصورت استعمال کرتے ہیں، جو ان کی شاعری کو ایک کلاسیکی رنگ عطا کرتا ہے۔ اقبال کی شاعری میں اُمید، حرکت اور عمل کا درس نمایاں ہے۔ حفیظ جالندھری بھی اسی رجائیت اور عملیت کو فروغ دیتے ہیں اور قنوطیت سے گریز کرتے ہیں۔

عبدالسمیع پال اثر صہبائی (۱۹۰۱ء۔۱۹۷۳ء)

عبدالسمیع پال اثر صہبائی ایک فطری شاعر تھے۔ وہ اپنا کلام اپنے بڑے بھائی امین حزیں کو دکھاتے اور انھی سے اصلاح لیتے۔ ان کی غزلوں، ان کی نظموں، قطعات، رباعیات غرض سبھی میں زندگی کا گہرا فلسفہ ملتا ہے۔ عبدالسمیع کی شاعری میں ایک طرف تو غالب اور رابندر ناتھ ٹیگور کے اثرات نظر آتے ہیں اور دوسری جانب وہ اقبال سے اس قدر متاثر ہیں کہ زندگی کے آخری لمحات تک اقبال ہی کے رنگ کو اپنائے رکھا۔ (۲۶) اثر نے فکر اور فن دونوں میں اقبال سے فیض حاصل کیا ہے۔

آنند نارائن ملّا (۱۹۰۱ء۔۱۹۹۷ء)

آنند نارائن ملّا بھی اقبال کے ہم عصر شعراء میں شامل ہیں اور یہ وہ دور ہے جس دور کی خاص بات یہ ہے کہ بیشتر شعراء حب الوطنی اور مذہب کے جذبے سے مغلوب دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی شاعری میں اتحاد و یگانگت کی جھلک نظر آتی ہے۔ آنند نارائن ملا کی شاعری میں بھی حب الوطنی، انسان دوستی اور فطرت نگاری نظر آتی ہے۔ ان کے مجموعے 'جوئے شیر' میں اقبال کی فکر کے اثرات نمایاں ہیں۔ جس طرح اقبال نے مسولینی اور آرنلڈ پر نظمیں لکھیں اور مختلف تراجم کیے اسی طرح ملّا نے کئی نظمیں کہیں۔ اقبال کی مانند شخصیات پر نظم کہنے کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہے۔ انھوں نے ٹیگور پر نظم کہی۔ ملّا کی نظم "نذرِ ٹیگور" کا موازنہ اگر "نالۂ فراق" سے کیا جائے تو دونوں نظمیں ایک ہی جیسی نظر آتی ہیں۔ آنند نارائن ملّا کی شاعری میں اقبال کے ساتھ فقط موضوعات کی حد تک مماثلت نہیں بلکہ آنند نارائن ملّا کے یہاں اقبال کی سی تشبیہات و استعارات، تلمیحات و علامات بھی موجود ہیں۔

اسرار الحق مجاز (۱۹۱۱ء۔۱۹۵۹ء)

اسرار الحق مجاز انقلاب پسند شاعر تھے۔ ان کی نظموں میں جذبۂ حریت نمایاں ہے۔ یہ وہ انسان ہے جو انسان اور انسانوں کے ساتھ جڑے ہوئے مسائل کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ انھوں نے گھر، روٹی اور مکان کی طرف توجہ کی۔ بھوک و افلاس سے تڑپتے ہوئے انسانوں کا نوحہ لکھا۔ اگر مجاز اپنے ایک ہاتھ میں جام رکھتا ہے تو دوسرے ہاتھ میں تلوار ہے "کج کلاہی" "جنون" جیسی نظموں کو پڑھ کر

اندازہ ہوتا ہے کہ مجاز کا دل انسانوں کے لیے تڑپتا ہے اور اس کا دماغ استحصالی طبقوں کے لیے کھولتا ہے۔ مجاز کا دل فقط بے بسوں اور لاچار لوگوں کے لیے تڑپتا ہی نہیں بلکہ ان کے لیے مرہم بھی تلاش کرتا ہے۔ ایک طرف تو وہ عشقیہ شاعری میں مانے جاتے ہیں، تو دوسری طرف وہ مجاہدوں کے سپہ سالار بھی ہیں۔ ان کے اسی طرح کے جذبات ان کے مجموعۂ کلام "مجاز ایک آہنگ" میں دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی نظم "سرمایہ داری کے خلاف" میں اقبال ہی کی فکر دکھائی دیتی ہے۔ سیاسی اور انقلابی موضوعات سے لبریز مجاز کی نظمیں "سفر"، "خانہ بدوش"، "اندھیری رات کا مسافر"، "میرا چمن" اور "خوابِ سحر" وغیرہ پر اقبال کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ ایسی نظمیں ہیں جو جبر و استبداد اور سامراجی نظام کے خلاف بغاوت ہیں۔ ایسی نظمیں فکری اور اُسلوبی سطح پر بھی اقبال کے رنگ میں ہیں۔ ان نظموں میں اقبال کی لفظیات کو برتا گیا ہے۔ صنفی اور ہئیتی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہاں بھی مجاز پر اقبال کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔

اقبال کی شاعری کے تتبع میں عشق و عاشقی کے روایتی مضامین کی بجائے مقصدی شاعری کی طرف توجہ ہوئی۔ قومی و ملی شاعری کا رجحان بڑھا۔ اس دور میں مسلمانوں کے اندر اپنے کھوئے ہوئے شاندار ماضی کی بازیافت کا بیڑہ اقبال نے اُٹھایا تو بے شمار شعراء ان کے ساتھ مل گئے۔ تکنیک اور ہئیت کے تجربے کرنا اقبال کا مقصد ہی نہیں تھا چناچہ ان کی پیروی میں ہئیت کی بجائے نفسِ مضمون پر توجہ دی گئی۔ شاعر و ادیب اقبال کے تتبع میں برصغیر کی متعفن اور گھٹن زدہ فضا کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے اور لوگوں میں جذبۂ حریت کو اُبھارنے لگے۔ مجموعی طور پر مسلمانوں کے اندر اپنے کھوئے ہوئے ماضی کو حاصل کرنے کا جذبہ بیدار ہوا جس کا سہرا علامہ اقبال کے سر جاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سید علی حیدر نظم طباطبائی، نظم طباطبائی، رضوی پرنٹرز، چھتہ بازار، ۱۹۲۱، ص:۱۸۶

۲۔ مظہر حامد، ڈاکٹر، اُردو نظم پر اقبال کے اثرات، سٹی بک پوائنٹ، کراچی ۲۰۱۰ء ص:۷۲

۳۔ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی، باغ دل، (مشمولہ)، دور جدید کے چند منتخب ہندو شعرا، مرتب، (سال اشاعت) ص:۹۸

۴۔ اسماعیل پانی پتی، افکار سلیم، حالی اکیڈمی پانی پت، ۱۹۳۸ء ص:۱۰۱

۵۔ مولانا ظفر علی خان، نگارستان، یونائیٹڈ لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۰ء ص:۴۸

۶۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر، بانگِ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۷۲ء ص:۶۸

۷۔ "کلام نیرنگ، (مرتبہ)، معین الدین عقیل، مکتبۂ اُسلوب، کراچی ۱۹۸۳ء، ص:۱۵۸

۸۔ ضیاء فتح آبادی، ذکرِ سیماب، گارڈن ٹاؤن، نئی دہلی، ۱۹۸۴ء، ص:۱۶

۹۔ سلام سندھیلوی، اُردو شاعری میں منظر نگاری، ص:۴۸۰

۱۰۔ اقبال، علامہ محمد، ڈاکٹر، بانگِ درا، ص:۲۲

۱۱۔ سیماب اکبر آبادی، ساز و آہنگ، مکتبۂ قصر الادب، آگرہ، ۱۹۴۱ء ص:۱۴

۱۲۔ برج نارائن چکبست، کلیاتِ چکبست، مرتبہ، کالی داس گپتا رضا، ساکار پبلیشرز، ممبئی، ۱۹۸۱ء ص:۲۷۱

۱۳۔ اقبال، بانگِ درا، ص:۸۳

۱۴۔ ناطق، دیوانِ ناطق، ناگپور، انڈیا ۱۹۷۶ء ص:۲۶

۱۵۔ عظمت اللہ خان، سریلے بول، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، دہلی، ۲۰۱۳ء ص:۱۳۸

۱۶۔ اقبال، بانگِ درا، ص:۲۵

۱۷۔ جگت موہن لال رواں، روحِ رواں، عزیز الجبار خاں، صولت پبلک لائبریری، رام پور ۱۹۸۳ء ص۷۸

۱۸۔ جوش ملیح آبادی، یادوں کی بارات، جوش اکیڈمی، کراچی ۱۹۷۰ء ص:۴۱

۱۹۔ خلیفہ عبدالحکیم، فکرِ اقبال، سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۵ء ص:۱۷

۲۰۔ رئیسہ پروین، بیسویں صدی کی اُردو نظم پر اقبال کے اثرات، آفسیٹ پرنٹرس، دہلی ۲۰۰۹ء ص:۲۰۶

۲۱۔ اقبال، کلیاتِ اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۳ء ص:۴۵۰

۲۲۔ جوش ملیح آبادی، کلامِ جوش، مرتبہ، عدنان احمد، احسان پبلشرز، دہلی ۱۹۸۳ء ص۸۸

۲۳۔ خلیل الرحمن اعظمی، نئی نظم کا سفر ۱۹۳۶ء کے بعد، مکتبۂ جامعہ، نئی دہلی، ۱۹۷۲ء ص:۹۸

۲۵۔ ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر، اُردو غزل کا تکنیکی، ہئیتی اور عروضی سفر، مجلس ترقی ادب، لاہور ۲۰۰۸ء ص:۱۹۵

۲۶۔ ڈاکٹر وزیر آغا، اُردو شاعری کا مزاج، مجلس ترقی ادب، لاہور ۲۰۱۶ء ص:۳۴۲

۲۷۔ رئیسہ پروین، بیسویں صدی کی اُردو نظم پر اقبال کے اثرات، ص:۲۴۳

References in Roman Script:

1. Syed Ali Haider Nazm Tabatabai. Nazm Tabatabai. Rizvi Printers, Chatta Bazaar, 1921, p. 186.
2. Mazhar Hamed, Dr. Urdu Nazm par Iqbal ke Asraat. City Book Point, Karachi, 2010, p. 72.
3. Pandit Brij Mohan Dattatriya Kaifi. Bagh-e-Dil. In Daur-e-Jadeed ke Chand Muntakhib Hindu Shu'ara, ed., (Year of Publication), p. 98.
4. Ismail Panipati. Afkar-e-Saleem. Hali Academy, Panipat, 1938, p. 101.
5. Maulana Zafar Ali Khan. Nigaristan. United Limited, Lahore, 2000, p. 48.
6. Iqbal, Allama Muhammad, Dr. Bang-e-Dara. Sheikh Ghulam Ali & Sons, Lahore, 1972, p. 68.
7. Kalam-e-Nairang. Compiled by Muinuddin Aqeel. Maktaba-e-Uslub, Karachi, 1983, p. 158.
8. Ziya Fatehabadi. Zikr-e-Seemab. Garden Town, New Delhi, 1984, p. 16.
9. Salam Sandhelvi. Urdu Shayari mein Manzar Nigari, p. 480.
10. Iqbal, Allama Muhammad, Dr. Bang-e-Dara, p. 22.
11. Seemab Akbarabadi. Saazo Aahang. Maktaba Qasr-ul-Adab, Agra, 1941, p. 14.
12. Brij Narain Chakbast. Kulliyat-e-Chakbast. Edited by Kali Das Gupta Raza, Sakar Publishers, Mumbai, 1981, p. 271.
13. Iqbal. Bang-e-Dara, p. 83.
14. Natiq. Diwan-e-Natiq. Nagpur, India, 1976, p. 26.
15. Azmatullah Khan. Sarile Bol. Maktaba Jamia Limited, Delhi, 2013, p. 138.
16. Iqbal. Bang-e-Dara, p. 25.
17. Jagat Mohan Lal Rawan. Rooh-e-Rawan. Aziz-ul-Jabbar Khan, Soulat Public Library, Rampur, 1983, p. 78.
18. Josh Malihabadi. Yadon ki Baraat. Josh Academy, Karachi, 1970, p. 41.
19. Khalifa Abdul Hakim. Fikr-e-Iqbal. Seventh Sky Publications, Lahore, 2015, p. 71.

20. Raisa Parveen. Beesween Sadi ki Urdu Nazm par Iqbal ke Asraat. Offset Printers, Delhi, 2009, p. 206.
21. Iqbal. Kulliyat-e-Iqbal. Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2013, p. 450.
22. Josh Malihabadi. Kalam-e-Josh. Edited by Adnan Ahmad, Ahsan Publishers, Delhi, 1983, p. 88.
23. Khalilur Rahman Azmi. Nai Nazm ka Safar 1936 ke baad. Maktaba Jamia, New Delhi, 1972, p. 98.
24. Arshad Mahmood Nashad, Dr. Urdu Ghazal ka Techniquee Haiyati aur Aroozi Safar. Majlis-e-Taraqqi-e-Adab, Lahore, 2008, p. 195.
25. Dr. Wazir Agha. Urdu Shayari ka Mizaj. Majlis-e-Taraqqi-e-Adab, Lahore, 2016, p. 342.
26. Raisa Parveen. Beesween Sadi ki Urdu Nazm par Iqbal ke Asraat, p. 243.